عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اقدامات

The Measures to Promote Interfaith Harmony During Modern Times

*سدرہ فردوس

**ڈاکٹر محمد ارشد

ABSTRACT

Interfaith harmony means the notion of live and let live. It promotes peaceful co-existence among followers of different religions, eliminates the possibility of conflicts and disputes. In a world of increasing political and economic discordance, peaceful coexistence among followers of different religions can prove to be the way forward for cooperation, peace, and prosperity. It offers us a new vision of how we can avoid religious disputes and conflicts. There are many steps to promote harmony like common beliefs and common moral values prove a base for this purpose. Respect for religious leaders, holy books, and places of worship can eliminate the distance among religions. Equality, justice, security for life and property can bring together followers of different religions. Interfaith dialogue is also much important. Electronic, print, and social media can play a positive role to eliminate misconceptions about religions.

KEYWORDS:

Interfaith harmony, Interfaith dialogue, Equality, Justice

عصر حاضر میں تعصب و تنگ نظری مذہبی منافرت، مذہبی و نسلی گروہ بندی، کا دور دورہ ہے اس لیے اعتدال پسند معاشرے کے قیام اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے مذہبی ہم آہنگی کا فروغ بہت ضروری ہے۔ تاکہ تمام افراد معاشرہ مساوی سطح پر ملکی ترقی، قومی سالمیت اور قومی یکجہتی کے حصول کے لیے مثبت کردار ادا کر سکیں۔ کیونکہ کوئی بھی ملک و قوم تب تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے تمام افراد ہر طرح کی تفریقات سے بالا و متحد ہو کر فعال کردار ادا نہ کریں۔ ہر طرح کی گروہ بندیوں اور تقسیمات کو چھوڑ کر سب کو مساوی سطح پر ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے۔ یہی اسلام کا درس ہے اور یہی وقت کا تقاضا بھی ہے۔ ذیل میں ان اہم نکات پر بات کی جائے گی کہ کس طرح سے ایک ملک اور معاشرے میں بسنے والے مختلف مذاہب کے حامل افراد میں ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

*پی ایچ ڈی سکالر، علوم اسلامیہ، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج شکر گڑھ

۱۔ مشترکہ عقائد کو اجاگر کرنا

بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے قرآنی اصول یعنی کہ مذاہب کے مابین اشتراکات کی تلاش ایک زبردست نقطہ اتحاد ہو سکتا ہے۔ اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان عقیدہ توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت مشترکہ نکات کے طور پر سامنے آتے ہیں جن کی بنیاد پر اتحاد کی دعوت دی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ ۔"[1]

"کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے۔"

یعنی کہ رب کی اطاعت کے حوالے سے ان میں جو قدر مشترک ہے اسی پر ان سب کو یکجا اور متحد کیا جائے۔ اور یہ تاثر دیا جائے کہ ان نکات پر وہ اور ہم یکجا ہیں۔ ہمارے درمیان افتراق نہیں بلکہ اتحاد ہے۔ ہمارے ادیان ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مکاتیب نبوی ﷺ کو اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ تمام مکاتیب میں ایک بات مشترکہ نظر آتی ہے کہ اختلافات کا ذکر کرنے کی بجائے مشترکات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ رسول ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو دعوت دی مشترکہ نکات پر دعوت دی:

"بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد بن عبدالله الى ہرقل عظيم سلام على من يتبع الهدٰى، يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم الا نعبد الا الله۔"[2]

اگر آپ ﷺ سب سے پہلے ان کے عقائد باطلہ کی مذمت فرماتے اور انہیں کہتے کہ تم گمراہی پر ہو تم غلط ہو تم میں فلاں فلاں برائیاں پائی جاتی ہیں۔ میرا دین سچا ہے تم میرے دین میں داخل ہو جاؤ۔ تو کوئی بھی آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک نہ کہتا۔ مخالفین کو ہم نوا بنانے کا اس سے دلکش انداز اور کونسا ہو سکتا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

"اگر عقیدہ توحید میں ہم آہنگی ہو جائے تو بہت حد تک مہذب دنیا میں وحدت ہو سکتی۔"[3]

۲۔ مشترکہ اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنا

اخلاقی اقدار کو بھی بنائے اتحاد بنایا جا سکتا ہے کیونکہ تمام ادیان منزل من اللہ ہونے کی حیثیت سے یکساں اخلاقی تعلیمات کے حامل ہیں جیسا کہ امام رازی لکھتے ہیں:

"دین اسلام دیگر ادیان سماوی سے مختلف اور علیحدہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ تمام انسانوں کی طبیعتیں اور فطرتیں یکساں ہی ہیں اور یہ سارے ادیان منزل من اللہ ہیں۔[4]

ہر مذہب خلوص پر مبنی ہوتا ہے۔ تمام مذاہب چاہے وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی سب کا بنیادی فلسفہ انسانیت کی فلاح اور بھلائی ہی ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ اخلاقی اقدار جیسا ہر مذہب میں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اہل کتاب اور مومنین کے درمیان ایسی بہت سی باتیں مشترک ہیں جیسا کہ سلام کہنا، کہ خوش اخلاقی، مہمان نوازی، سچ، امداد باہمی کا جذبہ، ناداروں کی مدد کرنا، والدین کی خدمت، ہمسایوں رشتہ داروں کے حقوق کا احترام، بڑوں کا احترام چھوٹوں سے پیار، دیانت جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار موجود ہیں۔ یہاں تک کہ عبادات میں نماز روزہ اور بیشتر احکامات ایسے ہیں جو ملتے جلتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو مشترکات زیادہ ہیں اور اختلافات کم۔ خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں کہ:

"اخلاقیات کے بنیادی عناصر تمام مذاہب، اقوام اور ادیان میں مشترک ہوتے ہیں۔ زنا چوری، ظلم، قتل، کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سے عبادات میں بھی اشتراک پایا جاتا ہے۔ مثلاً روزہ اور نماز جس کا مشترک ہونا قرآن سے بھی ثابت ہے۔[5]

مشترکہ اخلاقی اقدار ایک زبردست نقطہ اتحاد ثابت ہو سکتی ہیں۔ ان کے ذریعے بہت سے اختلافات کی وسیع خلیج کو پاٹنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۳۔ بانیان مذاہب کا احترام

بانیان مذاہب کا احترام ایک بہت ہی اہم نقطہ ہے۔ عام طور پر مذاہب میں اپنی مذہبی شخصیات کی برتری ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے قرآن اس تصور کو ختم کرتا ہے۔ اور اپنے پیروکاروں کو تمام انبیاء و مصلحین کے احترام کی تلقین کرتا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔[6]

"اور جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں انہیں برا نہ کہو ورنہ وہ بے سمجھی میں زیادتی کرکے اللہ کو برا کہیں گے۔"

اپنی مذہبی شخصیات کی برتری کو ثابت کرنا اور دوسری مذہبی شخصیات کی کردار کشی کرنا انہیں کمتر بنا کر پیش کرنا بین المذاہب کشیدگی کا باعث بنتا ہے۔ عصر حاضر میں بھی بین المذاہب کشیدگی کی اہم وجہ بانیان مذاہب کی شان میں گستاخی ہے۔ خاص طور پر مسلم کمیونٹی کو اس صورتحال سے اکثر و بیشتر پالا پڑتا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر جس طرح سے گستاخانہ مواد کی تشہیر کی جاتی ہے اس سے امت مسلمہ کے جذبات کو بار بار ٹھیس پہنچتی ہے۔ اس طرح کی صورتحال سے نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے جس سے نہ صرف قومی سطح پر امن و امان کی

صورتحال بگڑتی ہے بلکہ امن عالم بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ جبکہ اسلام کی پوری تاریخ اس قسم کے مذہبی تعصب سے پاک ہے۔ اسلامی ریاست میں کبھی بھی کسی کو مذہبی جبر کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے۔ اسلام داعی امن ہے اس لیے یہ اپنے پیروکاروں کو کبھی بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کی وجہ سے کسی بھی مذہبی گروہ کے جذبات مجروح ہوں۔

۴۔ مقدس کتب کا احترام

ہر انسان اپنے مذہبی عقائد کے حوالے سے حساس ہوتا ہے۔ ان کے حوالے سے کوئی بھی نازیبا بات اسے متنفر کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ جس طرح اسلام دیگر الہامی مذاہب کے بانیان اور معابد کے احترام کی تلقین کرتا ہے اسی طرح مذہبی کتب کے احترام کی بھی تلقین کرتا ہے۔ خود قرآن حکیم اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ[7]

کیونکہ باوجود تحریف کے دیگر آسمانی کتب من جانب اللہ ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا ایک مسلمان کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر ان کے بارے میں ایک نظریہ قائم کر لینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ تحریفات کے باوجود ان کتب میں بنیادی عقائد اور اخلاقی اقدار کی تعلیمات موجود ہیں۔ مذہبی کتب کے احترام کی مثال تو سیرت النبی ﷺ سے بھی ملتی ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر جب مال غنیمت کے ساتھ تورات کے کچھ نسخے ملے اور یہود نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے تمام نسخے انہیں واپس کرنے کا حکم فرمایا۔[8]

عصر حاضر میں بھی قومی یکجہتی کے حصول، رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اسلام کے ان زریں اصولوں اور اسوہ حسنہ کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

۵۔ تمام مذاہب کے معابد کا احترام

بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے معابد کا احترام کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کی وجہ قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے کہ ان میں ذکر الہٰی کیا جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا[9]

آیت بالا میں صوامع اور بیعہ اور صلوات کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ صومعہ یہودیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ اور بیعہ عیسائیوں کے عبادت خانے کا نام ہے۔ صلوت سے مراد یہودیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہودیوں کے ہاں اس کا نام صلوتا تھا۔ عجب نہیں کہ salute اسی سے نکل کر لاطینی اور پھر انگریزی میں پہنچا۔[10] اسلام ان تمام معابد کے

احترام کی تلقین کرتا ہے۔ اور ان کی حفاظت کا درس بھی دیتا ہے۔ اسی لیے حضرت عمر فاروقؓ نے اہل ایلیا سے معاہدہ کیا تو بطور خاص اس میں عبادت گاہوں کا ذکر بھی کیا:

ان کے مال، جان، عبادت گاہیں، صلیب، مریض اور توانا ہر ایک سے تعرض نہ ہو گا۔ اس کے عوض اہل ایلیا جزیہ ادا کریں گے۔"[11]

معابد کی حفاظت واحترام کا یہی جذبہ اگر تمام مذاہب میں موجود ہو تو مذہبی تعصب پسندی کو کبھی بھی فروغ نہ ملے۔

۶۔ معاہدات کا احترام

ایفائے عہد ایک مسلم کی پہچان ہوتی ہے۔ قرآن وسنت میں معاہدات کی پاسداری کی بہت تلقین ملتی ہے۔ متعدد مقامات پر مومنین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے **وأوفو بالعهد**۔[12] "اپنے عہداوں کی پاسداری کرو"۔ یہ پاسداری صرف مسلمین تک ہی محدود نہیں بلکہ قرآن وسنت میں دیگر مذاہب کے ساتھ معاہدات کی پاسداری پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ارقمؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"دیکھنا خبر دار! جن لوگوں سے امن کا عہد کر لیا گیا ہے ان پر ہرگز ہرگز ظلم نہ ہونے پائے۔ دیکھو ان کی برداشت اور تحمل سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے اور ان کی رضامندی کے بغیر ان کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔"

پھر فرمایا:

"خبر دار جو ایسا کرے گا (أنا حجيجة يوم القيمة) میں اس پر قیامت کے دن دعویٰ کروں گا اور اس سے لڑوں گا۔"[13]

بنو امیہ کے دور خلافت کے دوران ولید بن یزید نے قبرص کے غیر مسلم باشندوں کی ایک جماعت کو قبرص سے نکال کر شام میں جا کر رہنے پر مجبور کیا۔ ولید کے اس حکم کو جہاں عوام نے برا سمجھا وہیں علماء اور فقہاء نے بھی اس کی تنقیص کی۔ بہر حال جب ولید بن یزید کا انتقال ہوا اور یزید بن الولید نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو اس نے غیر مسلم باشندوں کو شام سے واپس بلا کر قبرص میں ان کا علاقہ واپس کر دیا۔ بلاذری نے لکھا ہے:

" فاستحسن المسلمون ذلک من فعله، ورأوه عدلا۔ "

"عام مسلمانوں نے یزید بن الولید کے اس فیصلے کو سراہا اور اسے عدل کے قریب قرار دیا۔"

بنو امیہ کے بعد بنو عباسیہ کے دور حکومت کے دوران قبرص کے سیاسی حالات پھر سے پیچیدہ ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلامی ریاست یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ اہل قبرص کے ساتھ معاہدہ توڑا جائے یا برقرار رکھا جائے۔ اس موقع پر امام لیثؒ ابن سعدؒ، امام مالک بن انسؒ، امام سفیان بن عینیہؒ، امام موسیٰ بن اعینؒ، امام اسماعیل بن عیاشؒ، امام یحییٰ

بن حمزہؒ، اور امام اسحاق الفرازیؒ قابل ذکر ہیں۔ ان علماء نے حکومت وقت کو اہل قبرص کے حق میں جواب دیا۔ امام مالکؒ نے لکھا:

"حکمرانوں کے ساتھ امن و امان کا معاہدہ کوئی نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ اسلامی حکمرانوں نے ہمیشہ اس معاہدہ کی پابندی کی ہے۔"

اور مزید لکھا:

"میں نے کسی حاکم کو نہیں دیکھا جس نے اہل قبرص کے ساتھ کیے گئے صلح کے اس معاہدے کو توڑا ہو اور نہ اب تک کسی حاکم نے ان کو ان کے علاقے سے نکالنے کی جرأت کی ہے۔ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ اس معاہدہ کی پوری پاسداری کی جائے اور اس ضمن میں افراتفری میں کوئی فیصلہ نہ کیا جائے۔ قرآنی حکم کا بھی یہی اقتضاء ہے۔ ہاں اگر بعد میں اہل قبرص اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہیں۔ اور خفیہ طور پر دشمنوں کے ساتھ میل جول ترک نہ کریں اور ان کی سازش پوری طرح بے نقاب ہو جائے تو پھر حکومت کے پاس جواز ہو گا ان کے ساتھ رویہ پر نظر ثانی کرے ایسی صورت میں امید ہے کہ حکومت کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو گی اور دشمنوں کو ذلت اور رسوائی ہو گی۔"[14]

غیر مسلم اقوام سے "قانون معاہدہ" کی دفعات کی تفصیل کرتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی نے "سیر کبیر" میں ایک دفعہ یوں بیان کی ہے:

انهم اذا لم يفهموا، فانما ذلك لمعنى من المسلمين حيث نادوهم بلغة لا يعرفونها فلا يبطل حكم الامان فى حقهم۔ "[15]

"معاہدہ کی غیر مسلم فریق کی سمجھ میں بات اگر نہ آئی تو یہ کوتاہی مسلمانوں کی طرف سے ہوئی کہ انہوں نے ایسی زبان میں ان کو خطاب کیا جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ پس معاہدہ کے الفاظ کی رو سے جس امن کے وہ مستحق ہو چکے ہیں یہ حق ان کا باطل نہیں ہو سکتا۔"

اسی موقع پر امام سرخسی لکھتے ہیں کہ غدر یعنی عہد شکنی ہی نہیں بلکہ "التحرزعن صورة الغدر واجب۔ "[16]

"عہد شکنی کی ظاہری صورت سے بھی پرہیز کرنا مسلمانوں کے لیے واجب ہے۔"

لہٰذا اسلامی ریاست میں دیگر مذاہب کے ساتھ جو معاہدات کیے جائیں یا آئین میں ان کے جو حقوق متعین کیے جائیں ان کی پاسداری کرنا نہ صرف اسلامی ریاست بلکہ عام مسلمانوں کی بھی ذمہ داری ہے۔

۷۔ تحفظ جان ومال و آزادی

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم باشندوں کی عزت آبرو کو وہی حیثیت دی جائے جو مسلم باشندوں کی عزت آبرو کو حاصل ہے۔ فقہانے وضاحت کی ہے کہ:

الهجاء لمسلم او ذمی حرام۔ "[17]

"مسلمان یا غیر مسلم باشندے کی ہجو گوئی حرام ہے۔"

یہ احترام صرف زندگی ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ:

" عظامهم لها حرمة اذا وجدت فی قبورهم کحرمة عظام المسلمین، حتیٰ لا تکسر لأن الذی لما حرم ایذاؤه فی حیاته فتجب صیانة عظمه عن الکسر بعد موته۔ "[18]

"اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم باشندوں کی ہڈیوں کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ اگر وہ ان کی قبروں میں پائی جائیں۔ ان کی ہڈیوں کا احترام بالکل ایسے کرنا چاہیے جس طرح مسلم باشندوں کی ہڈیوں کا احترام کیا جاتا ہے۔ غیر مسلم باشندوں کی ہڈیوں کا توڑنا بھی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست نے ان کے وجود کی ذمہ داری لی ہے۔ اور یہ ذمہ داری جس طرح ان کی زندگی میں ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔"

ذمی کا ناحق خون کرنے کی اتنی مذمت آئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من قتل نفساً معاهدا لم یرح رائحة الجنة۔ [19]

حضرت علی کے پاس ایک بار ایک غیر مسلم مقتول کے قتل کا مقدمہ پیش کیا گیا جس کا قاتل مسلمان تھا، مقتول کے ورثا کے دیت لے کر قاتل کو چھوڑنا چاہا، لیکن آپؓ نے ورثا کو بلا کر پوچھا کہ آیا ان پر کوئی دباؤ تو نہیں ہے۔ تب آپ نے وہ دیت دلا دی جو مسلمانوں کے برابر تھی اور فرمایا:

"من کان له، ذمتنا، فدمنا، کدمنا، ودیته، کدیتنا۔ "[20]

"جو غیر مسلم ہماری ذمہ داری میں ہے ان کا خون ہمارے خون جیسا ہے ان کی دیت ہماری یعنی مسلمانوں کی دیت کے برابر ہے۔

۸۔ جبر و کراہ سے پرہیز

زبردستی کسی پر بھی اپنے مذہبی عقائد کو مسلط نہ کیا جائے بلکہ تمام مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے عقائد کا احترام کیا جائے۔ اسلام بھی "لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کے تحت زبردستی کا قائل نہیں ہے۔ اگرچہ ہر مذہب اپنی ترویج کا خواہاں ہوتا ہے لیکن اس کے لیے اسلام نے متبادل طریقہ بتایا ہے کہ اگر کسی کو دین کی دعوت دینا چاہتے ہو تو اس کے لیے حکمت اور دانش سے کام لو تا کہ اس کو بغیر اشتعال دلائے اپنی بات احسن انداز میں اس تک پہنچا سکو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ - 21

"اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر۔"

حضرت عمر فاروقؓ کا عیسائی غلام اسق سالہا سال تک آپؓ کی خدمت میں رہا یہ خود کہتا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے کبھی قبول اسلام کے لیے مجبور نہیں کیا بلکہ کبھی کبھار کہہ دیتے تھے کہ "اسق اگر اسلام قبول کرلے تو کتنا اچھا ہو۔" یہ غلام حضرت عمر کی شہادت تک عیسائی رہا لیکن ان کی حیات کے بعد اپنی رضا اور خوشی سے مسلمان ہوا۔[22]

خلافت عثمانیہ میں میں جب مشرقی یورپ کا بڑا حصہ ترکوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔ سلطان سلیم عثمان نے ارادہ کیا کہ عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ یا انہیں حکم دیا جائے کہ اسلامی ریاست کی حدود سے نکل جائیں۔

سلطان سلیم کا اگر یہ حکم نافذ ہو جاتا تو نہ صرف سلطنت عثمانیہ بلکہ بلقانی ریاستوں کے اکثر حصوں میں آج عیسائیت کا نام ونشاں باقی نہ رہتا لیکن مگر اس وقت کے مسلمان حکمران کو جس قوت نے اپنی حدود سے آگے بڑھنے نہ دیا وہ سیکولرازم اور لادینی کی قوت نہ تھی بلکہ اسلام سے وابستگی اور انسلاک کا جذبہ تھا۔ اس دور کے جلیل القدر عالم مفتی جمالی نے سلطان سلیم کے دربار میں کھڑے ہو کر سلطان کو مخاطب ہو کر فرمایا: "لا یحل لک ذلک۔ "آپ جو اقدام کرنے جا رہے ہیں شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔ سلطان سلیم لاجواب ہو گیا اور اپنا ارادہ ترک کر دیا۔[23]

۹۔ مساویانہ برتاؤ

مساویانہ برتاؤ کسی بھی شہری کا بنیادی حق ہے اس میں مذہب یا کوئی اور تفریق روا نہیں۔ اسی لیے اسلام سب سے زیادہ زور بے لاگ اور مساویانہ انصاف پر دیا ہے۔ اسلام کے نزدیک عدلو انصاف ایک قانونی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔ جو انصاف کو صرف عدالت تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے ہر گوشہ میں منصف اور عادل بناتا ہے۔ وہ جس طرح ایک فرد کے ساتھ انصاف کا حکم دیتا ہے اسی طرح قومی ملکی اور بین الاقوامی وبین المذہبی سطح پر بھی عدل کے قیام کو یقینی بناتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[24]

اسلامی تاریخ ایسی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے جب ایک مسلمان کے مقابلے میں ایک ذمی یا غیر مسلم کو پورا پورا انصاف دیا گیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ آپ مصر کے گورنر تھے۔ ان کے دور میں ایک مرتبہ ایک مسلمان سپاہی نے ایک غیر مسلم باشندے کے بت کی آنکھ توڑ دی۔ غیر مسلم باشندے نے مقدمہ دائر کیا۔ مقدمہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے سامنے پیش ہوا۔ آپؓ نے فیصلہ سنایا کہ اس کے بدلے میں قبطی کو

اجازت ہے کہ مسلمان سپاہی کی آنکھ پھوڑ دے قبطی نے حضرت عمرو بن العاصؓ کا فیصلہ سنا تو سکتے میں آگیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عدالت اس کے حق میں فیصلہ سنائے گی۔ مسلمان سپاہی نے قبطی سے کہا:

"میری آنکھ توڑ کر آپ کو کیا ملے گا۔ آپ مجھ سے جتنا چاہیں ہرجانہ لے لیں۔۔۔۔۔ لمبی چوڑی بحث و تمحیص اور منت سماجت کے بعد قبطی تاوان لینے پر راضی ہو گیا اور اس طرح سپاہی کی آنکھ بچ گئی۔"[25]

۱۰۔ تعصب سے پرہیز

جب تک قلوب و اذہان میں دوسرے مذاہب کو لے کر تعصب رہے گا مفاہمت اور ہم آہنگی کا عمل کبھی بھی آگے نہیں بڑھ پائے گا۔ جبکہ اگر غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو اچھے اور برے افراد ہر مذہب میں ہی ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اچھے لوگوں کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔ عیسائیت کو ہی دیکھیں تو بہت سے ایسے عیسائی بھی ملیں گے جو بائبل میں تحریف کا اقرار بھی کرتے ہوں گے۔ اور تثلیث کا انکار بھی کرتے ہیں۔ اور اسلام کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں اسلام کہتا ہے:

لَيْسُوْا سَوَآءً ۗ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ [26]

"وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔ وہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کیے جائیں گے اور اللہ پرہیزگاروں کا جاننے والا ہے۔"

اس لیے تمام کمیونٹی کو ایک ہی نظر سے دیکھنا قرین انصاف نہیں ہے۔ اگر دوسروں کے اوصاف کا اقرار کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو ان کے اندر مثبت جذبات پیدا ہوں گے اور تفاہم اور تقرب کی راہ مزید ہموار ہو گی۔

۱۱۔ اچھے نام سے پکارنا

قرآن سے بین المذاہب ہم آہنگی کا ایک اور راہنما اصول سامنے آتا ہے کہ اہل کتاب باوجود اسلام سے اختلافی عقائد رکھنے کے دیگر مشرکین کی نسبت اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔ قرآن جب کبھی ان سے مخاطب ہوتا ہے تو انہیں

کافر یا مشرک کہنے کی بجائے "یا اھل الکتاب" کے نام سے پکارتا ہے۔ اس اندازِ تخاطب سے مخاطب کے اندر اگر قبول اسلام کی صلاحیت نہ بھی ہو تو اس کے اندر کم از کم مخالفانہ جذبات پیدا نہیں ہوں گے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے یہ بھی ایک مثبت اقدام ہے۔

۱۲۔ رفاہ عامہ اور نیکی کے کاموں میں باہمی تعاون

قرآن مجید میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[27]

"اور آپس میں نیک کام اور پرہیز گاری پر مدد کرو، اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو۔"

اگرچہ یہ حکم مومنین کے لیے ہے لیکن اگر اس حکم میں اہل کتاب کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو یہ ایک مثبت اقدام ہو گا۔ اور اس کا بہت ہی خوشگوار نتیجہ نکلے گا۔ رفاہ عامہ، اور فلاح و بہبود کے کام مل جل کر کیے جائیں تو تمام مذاہب خود کو ایک الگ اکائی سمجھنے کی بجائے خود کو معاشرے کا مفید رکن اور ملک کا ذمہ دار شہری تصور کریں گے۔ خود کو معاشرے اور ملک کا حصہ سمجھتے ہوئے ہر اس اقدام سے باز رہیں گے جس سے ملک کی بقا و سلامتی کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو ملک و قوم کی ترقی اور فلاح و بہبود میں لگا دیں گے۔

۱۳۔ مذہبی رواداری کا فروغ

اسلام مذہبی رواداری کا حامل دین ہے۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام افراد کو اپنے اپنے عقائد و نظریات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیتا ہے۔ اسلام میں عقیدہ بنیادی ستون ہے اور اسلام نے عقائد کی تعلیم کو ضروری قرار دیا ہے تاہم اسلام کسی بھی انسان کو زبردستی عقیدہ کی تبدیلی پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" فرما کر تمام اقوام کو نہ صرف مذہبی آزادی دیتا ہے بلکہ انہیں پرسنل لاء کے مطابق زندگی گزارنے کا حق بھی دیتا ہے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اور معاشرے میں مذہبی رواداری کو فروغ دے کر بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

۱۴۔ میڈیا اور بین المذاہب ہم آہنگی کا فروغ

الیکٹرونک، پرنٹ اور سوشل میڈیا بین المذاہب ہم آہنگی و رواداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ میڈیا مثبت انداز فکر، صحیح اور بروقت رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ہوئے امن عالم، رواداری، محبت، برداشت، بالغ النظری، خوش اخلاقی اور اخلاق حسنہ کو پروان چڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ میڈیا کے ذریعے، مثبت انداز فکر کی ترویج، امت مسلمہ کی صحیح نمائندگی، افواہوں اور غلط فہمیوں کا علاج، مسلم متضاد رویوں اور افکار کا علاج، اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈا کا مؤثر، صحیح اور بروقت جواب اور اسلامی افکار کی ترویج کا کام لیا جا سکتا ہے۔

۱۵۔ بین المذاہب مکالمے کا اہتمام

اسلام انسان دوستی، احترام انسانیت، مذہبی رواداری، اور امن و سلامتی کا دین ہے۔ یہ خالص انسانی بنیادوں پر بنی نوع انسان کو اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی، رواداری، افہام و تفہیم، کائناتی امن، عقیدہ توحید اور دیگر مشترکہ اقدار کی اساس کو مکالمے کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید اور سیرت طیبہ میں انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک مکالمے کی مثالیں موجود ہیں۔ قرآن حکیم نے بھی اہل کتاب کو مکالمے کی دعوت دی ہے۔

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ"[28]

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو دوسری اقوام کی زبانیں سیکھنے کا حکم فرمایا تاکہ باہم افہام و تفہیم میں آسانی اور دعوت دین میں آسانی، تاثیر اور قوت پیدا ہو۔ قرآن و سنت کی انہی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مثبت مکالمہ کے ذریعے مذاہب کے درمیان رقابتوں اور فاصلوں کو کم اور کشیدگی کو ختم کیا جا سکتا ہے اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دے کر بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

۱۶۔ بین المذاہب اجتماعات، سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد

بین المذاہب اجتماعات، سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کر کے بھی بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ ان اجتماعات کے ذریعے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے اور سیمینارز اور کانفرنسز کے ذریعے علمی نوعیت کی مباحث اور لیکچرز سے مذاہب کے درمیان حق پر مبنی اشتراکات کو اجاگر کر کے مذاہب کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ اور ہم آہنگی کا فروغ ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

نتائج بحث

عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی اہمیت مسلمہ ہے۔ قومی امن و امان، قومی یکجہتی اور ملکی سالمیت کا انحصار اسی پر ہے۔ نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اس کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ ان حالات میں کوئی بھی ملک تن تنہا سب سے کٹ کر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا۔ دیگر اقوام کے ساتھ بہتر تعلقات و معاملات کی استواری اور امن عالم کے حصول میں بین المذاہب ہم آہنگی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک دوسرے کے مذہبی عقائد و نظریات کا احترام بالغ نظری اور مہذب ہونے کی علامت ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اسی بالغ نظری کی تعلیم دیتا ہے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے عقائد و نظریات کا احترام سکھاتا ہے ان پر کسی بھی قسم کی تنقید سے گریز، مذہبی آزادی کا حق، مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اجازت دیتا ہے۔ بانیان مذاہب کا احترام، معابد اور مذہبی کتب کے احترام کی تلقین کرتا ہے۔ نرم روی، خوش خلقی اور مذہبی رواداری کا درس دیتا ہے۔ دیگر مذاہب پر تنقید نہ کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب ہم آہنگی کا حصول ممکن ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سورۃ آل عمران:64/3
2۔ عبدالحکیم، خلیفہ، مقالات حکیم، مرتبہ شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، 1969ء، ص:23
3۔ ایضاً
4۔ الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، 1999ء، 27/156۔157
5۔ عبدالحکیم، خلیفہ، مقالات حکیم، ص:26
6۔ سورۃ الانعام:108/6
7۔ سورۃ آل عمران:3/3
8۔ محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، فضلی سنز کراچی، 19998، ص:113
9۔ سورۃ الحج:40/22
10۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س ن، 235/3
11۔ حمید اللہ، سیاسی وثیقہ جات، ص:256
12۔ سورۃ الاسراء:34/17
13۔ ہندی، علی متقی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حیدر آباد، جامعہ عثمانیہ، 13212ھ، 271/2
14۔ بلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر، فتوح البلدان، دار ومکتبہ الہلال، بیروت، ص:156
15۔ السرخسی، احمد بن محمد, شمس الائمہ, شرح السیر الکبیر، حیدرآباد، دائرۃ المعارف، 1330ھ، 90/3
16۔ ایضاً
17۔ عینی، محمود بن احمد، البنایۃ شرح الہدایۃ، مکۃ المکرمۃ المکتبۃ التجاریۃ، 1411ھ، 36/7
18۔ ابن نجیم، زین الدین, البحر الرائق، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، 1999ء، 210/2
19۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیہ والموادعہ، باب إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ، حدیث:3166
20۔ ابویوسف، کتاب الخراج، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص:82
21۔ سورۃ النحل:125/16
22۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت داراحیاء التراث العربی، 1997ء، 175/3
23۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، دیوان المبتداء والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشان الاکبر، مقدمہ ابن خلدون، 177/2
24۔ سورۃ المائدہ 8/5
25۔ منصورپوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 12/3

26۔ سورۃ آل عمران:3/113۔115

27۔ سورۃ المائدہ:5/2

28۔ سورۃ آل عمران:3/64